تلخیص و ترجمہ

سوڈان کے عرب

(۲)

سوڈان کا مذہب سنار کا پہلا فرمانروا عمارہ انکس مسلمان تھا۔ رعایا بھی اسلام کی فطری کشش سے متاثر ہوئی اور سنار کے عام باشندے مسلمان ہوگئے، یہ بیان کیا جاتا ہے کہ سوبا (Soba.) میں جو عیسائی اپنے مذہب پر بدستور قائم تھے انھوں نے ایک وفد روم بھیجا اس کا مطالبہ تھا کہ حکومت اپنی طرف سے مذہبی امور کی تعلیم کے لئے چند پادری مقرر کردے لیکن مقصد برآری نہ ہوسکی۔ اور سفارت ناکام واپس ہوئی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ روایت کہاں تک صحیح ہے بلکہ ہمیں تو اسی میں شک ہے کہ یہ واقعہ پیش بھی آیا ہے یا نہیں۔ عمارہ انکس کے ماسوا دیگر سلاطین سنار کے حالات بھی تاریخوں میں ملتے ہیں۔ بعض سلاطین نے بہت سی فتوحات حاصل کیں اور کرڈفان اور شمالی سوڈان کا ایک بڑا حصہ انھوں نے اپنی سلطنت میں شامل کرلیا تھا۔

سوڈان کی تجارت انیسویں صدی میں سنار کے چمڑے کی مصنوعات بہت زیادہ مشہور تھیں نیز سنار کے سوتی کپڑے جن کو دمور کہتے ہیں بہت نفیس سمجھے جاتے تھے۔ لیکن سنار میں تاجروں کے لئے سب سے زیادہ سودمند تجارت ہاتھی دانت، صمغ عربی اور غلاموں کی تجارت تھی۔ ان اشیار کی دوسرے شہروں میں بہت مانگ تھی۔

سامان تجارت کو سوڈان سے منتقل کرنے کے لئے مصر سے اونٹوں کے قافلے آتے تھے لیکن عرب میں جو سوڈان کے مال کی تجارت ہوتی تھی وہ اس وقت سے سواکن کی راہ سے ہوتی تھی۔

جب سے خانہ بدوش عرب تاجروں نے حضرموت کو اپنا وطن بنا لیا تھا، ان نوآباد عربوں نے اپنا تعلق عرب سے بدستور قائم رکھا اور وہ اس وقت تک عربی وحدت میں شامل ہیں۔

سوڈان کا نظام سلطنت | دنقلہ اور سنار کے مابین علاقہ میں تقریباً ۳۰ صوبیدار رہتے تھے، ہر صوبیدار کو "مک" کہا جاتا تھا۔ جو ملک کی بگڑی ہوئی شکل ہے، یہ صوبیدار اپنے متعلقہ صوبوں میں تقریباً آزاد تھے بادشاہ بہت کم صوبیداروں کے معاملات میں دخیل ہوتا تھا۔ اور صوبیدار اندرونی طور پر آزادانہ حکومت کرتے تھے۔ صوبیدار اپنے تقرر کے وقت کچھ گرانقدر تحفے فرمانروائے سنار کو پیش کیا کرتا تھا۔ بعد ازاں ہر چوتھے پانچویں سال صوبیداروں کی طرف سے بادشاہ کو ہدایا پیش ہوتے رہتے تھے۔ ہدایا کے ماسوا کسی صوبیدار کے ذمہ کسی متعین رقم کا بالالتزام ادا کرنا واجب نہیں تھا۔

اتبرہ سے چند میل کے فاصلہ پر بربر و شندی کے مابین شہر دامر واقع ہے۔ اس شہر کی مابہ الامتیاز خصوصیت یہ تھی کہ اس کا تعلق نہ کسی صوبہ سے تھا اور نہ ہی وہاں کسی صوبیدار کے احکامات پر عمل درآمد ہوتا تھا، بلکہ شہر کا نظام ایک مذہبی کمیٹی کے سپرد تھا جو بہت عمدگی اور خوبی سے نظام چلاتی تھی۔ دامر ان چند دینی مرکزوں میں سے ایک ممتاز مرکز تھا۔ جہاں سینکڑوں فقہاء، علماء، اولیا اور صلحا پیدا ہوتے ہیں۔ اور دنیا ان کی علمی و عملی قوتوں سے مستفید ہوا کرتی ہے۔ دامر کے بیشتر علماء تواضع اور فقر کو زیادہ پسند کرتے تھے اور زہد رہبانیت اور ترک دنیا کے تخیل کا ان پر شدید غلبہ تھا لیکن علماء کی ایک جماعت ایسی بھی تھی جو امراء اور رؤسا کی طرح اسی تزک و احتشام سے رہتی تھی جیسے کہ ازمنہ وسطیٰ میں گرجاؤں کے پوپ رہا کرتے تھے۔

اس دور کے مشہور فقیہ و محدث شیخ حسن (سنہ ۱۶۶۴ء) کی خدمت میں پانچسو مسلح غلام ایک حبشی سردار کے ماتحت ہروقت ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے۔ شیخ کی طرف سے رمضان میں افطار کے وقت عام لوگوں کو ایک پرتکلف دعوت دی جاتی تھی، شیخ بادشاہوں جیسی پگڑی باندھتا تھا

جس کے دونوں طرف سینگ نکلے ہوئے تھے، متذکرہ صدر علما کے دونوں طبقوں کو ملک میں قبولِ عام تھا۔ دامر کے علما کا فیضان دوسرے ملکوں میں بھی پہنچا اور ان کے شاگردوں نے اپنے اساتذہ کے علوم کو دوسرے ملکوں میں جا کر پھیلایا۔ لیکن بایں ہمہ بکھارت سیاح (۱۸۱۴ء) نے اپنے دورانِ سیاحت میں شدی کے تذکرہ کے ماتحت ایک تعجب خیز جملہ لکھا ہے کہ "دامر میں کوئی عام مسجد نہیں ہے بلکہ ہر عالم نے گھر کے ایک گوشہ میں اپنے لئے ایک مسجد نما جگہ بنا رکھی ہے"۔ ان علما میں اکثر تو سوڈانی ہی تھے لیکن دوسرے ممالک کے علما بھی ان کا شہرہ سن کر چلے آئے اور بالآخر دامر ہی میں رہ پڑے تھے۔ چنانچہ بغداد جیسے دور دراز شہروں کے علما دامر میں بلائے جاتے تھے حکومت سنار میں علما کا اقتدار سولہویں صدی سے لیکر اٹھارویں صدی تک قائم رہا اور ان تین صدیوں میں علما کا وقار انتہائی شباب پر تھا۔ لیکن اس شہرت وعظمت کے باوجود دامر کے علما علم وتحقیق کے اس بلند مرتبہ پر نہیں پہنچ چکے تھے جو دیگر اسلامی مراکز کے علما کو حاصل تھا، وجہ ظاہر ہے کہ علمی مذاق عام نہ ہونے کی وجہ سے بکثرت لائبریریاں اور کتابیں نہیں ملتی تھیں اور ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ مہذب ومتمدن ممالک سے دامر کا کوئی تعلق ورابطہ اس وقت تک قائم نہیں ہو سکا تھا۔ گو اس وقت اسلامی متمدن ممالک میں خود انحطاط وضعف پیدا ہو چکا تھا تاہم ان کی حالت علمائے دامر سے بسا غنیمت تھی۔

دامر کے علما کے حالات میں محمد بن ضیف اللہ فقیہ نے کتاب الطبقات کے نام سے ایک تصنیف کی ہے، فی الحقیقت یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک جامع تصنیف ہے۔ اور اس وقت کے علما کے حالات پر اس سے تفصیلی روشنی پڑتی ہے۔ استاذ سلیمان داؤد نے اس پر ایک بسیط مقدمہ لکھا ہے اور پہلی بار اپنے ہی اہتمام سے شائع کیا اور اس کا دوسرا ایڈیشن شیخ ابراہیم صادق نے ۱۹۳۰ء میں چھاپا ہے۔

لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تجارت، صنعت اور اس علم و فضل کے باوجود سوڈان ہر دور میں کیوں پست اور غیر متمدن رہا؟ نہ مسیحی حکومت میں اس کو اقتدار نصیب ہوا۔ اور نہ ہی اسلامی حکومت میں وہ معتدبہ ترقی کر سکا! اس کا جواب یہ ہے کہ سوڈان کے ملکی تعلقات ہر عہد میں بہت زیادہ محدود رہے اور ذرائع آمد و رفت اور رسل و رسائل کی دشواریوں کی بنا پر سوڈان تمام ملک سے تقریباً علیحدہ ہی رہا۔

مسیحی عہد میں کچھ حبشی عیسائی کنیسۃ القیامۃ میں حج کرنے کی خاطر فلسطین جایا کرتے تھے لیکن ان کو بھی راہ میں بہت مصائب برداشت کرنے پڑتے تھے۔ اسلامی عہد میں کچھ طالب علم جامع ازہر میں تعلیم حاصل کرنے کی خاطر قاہرہ آیا کرتے تھے اس کے ماسوا کچھ تجارتی قافلوں کی آمد و رفت تھی اور بس!

یہ ہے سوڈان کے بین الملکی تعلقات کی تفصیل! حقیقت یہ ہے کہ محمد علی پاشا کے سوڈان فتح کرنے سے پہلے اس کے بین الملکی تعلقات غایت درجہ محدود تھے اور یہی وجہ ہے کہ سوڈان انیسویں صدی سے قبل کوئی قابل ذکر ترقی نہیں کر سکا!

گذشتہ صفحات میں ہم بالتفصیل بیان کر چکے ہیں کہ عربوں نے کب اور کس طرح سوڈان کو اپنا وطن بنایا اور سوڈان کے باشندوں نے کیسے اسلام قبول کیا جس کے نتیجہ میں وہ آج عربی وحدت میں بالکلیہ جذب ہو کر رہ گئے ہیں۔ یہ حالات انیسویں صدی سے قبل کے تھے۔ اب ہم بتلائیں گے کہ انیسویں صدی کے بعد سے اب تک سوڈان میں کیا کیا تغیرات رونما ہوئے ہیں۔

انیسویں صدی کا اوائل حکومت سنار کے لئے ایک کٹھن دور تھا۔ فوج کے چند افسروں نے ملک کی تمام جنگی قوت کو اپنے زیر اقتدار کر لیا تھا۔ شاہ فونج اور اس کی عربی وزارت برائے نام باقی رہ گئی تھی۔ نہ اس کا کوئی حکم تھا اور نہ اس کی کوئی قوت تھی۔ حکومت کی مجبوری کا یہ عالم تھا کہ وہ ان ہی

سرکش افسروں کو اپنا ملک سپرد کر دینے کے لئے تیار تھی۔ حکومت کی کمزوری کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ دنقلہ کے شمالی صوبہ کو محض دو سو سپاہیوں نے بلا جد و جہد اور کسی خاص دشواری کے بغیر فتح کر لیا تھا۔ سوڈان کے یہ حالات تھے کہ عین اسی زمانہ میں مصر میں محمد علی پاشا ایک نئی فوج کی تیاری میں مصروف تھے۔ یہ فوج بسرعت تیار ہو رہی تھی کیونکہ محمد علی پاشا ترکی حکومت کو عملاً یہ یقین دلا دینا چاہتے تھے کہ وہ ہر جنگ و صلح اور فتح و شکست میں ان کے ساتھی ہیں۔ چنانچہ وہ اس میں کامیاب ہو گئے اور انھوں نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور یہی وجہ ہے کہ جب محمد علی پاشا نے ۱۸۲۱ء میں سوڈان پر حملہ کیا تو ان کی فوجیں پیہم فتوحات کرتی ہوئی بڑھتی چلی گئیں اور کسی مقام پر کوئی قابلِ ذکر مزاحمت پیش نہیں آئی۔

لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب محمد علی پاشا اور ان کے رفقا ایسے بیدار مغز تھے کہ انھوں نے سوڈان جیسا دشوار گذار ملک بسہولت فتح کر لیا۔ تو آئندہ چند کر انھیں اسی مفتوحہ ملک میں نظامِ حکومت چلانے میں کیوں دشواریاں پیش آئیں؟ اور بالآخر ملک ان کے ہاتھ سے جاتا رہا لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ اس میں تو شک نہیں کہ محمد علی پاشا اور ان کے جانشین و رفقا نہایت مخلص مدبر، جفاکش اور بہادر تھے جنھوں نے سوڈان کی صعب اور دشوار گذار راہوں کو غایت صبر و تحمل سے طے کیا تھا۔ اسی طرح وہ پولیس افسر بھی نہایت وفادار تھے جو گاؤں در گاؤں ضبط و نظم کی خاطر دورے کرتے رہتے تھے۔ لیکن بایں ہمہ چند وجود کی بنا پر ان کو دشواریاں پیش آئیں اور ان کے تخیلات منصہ شہود پر اجاگر نہ ہو سکے۔ اولاً یہ کہ فوج میں بد نظمی پیدا ہو گئی اور بالخصوص غیر منظم فوج زیادہ بد دل ہو گئی تھی۔ راستوں کی دشواریاں بھی اس میں حارج ہوئیں اور سب سے زیادہ تفریق کا باعث یہ ہوا کہ سرمایہ کی قلت ہو گئی تھی اور اسی وجہ سے ریلوے لائن کی تعمیر کو ملتوی کرنا پڑا تھا۔

حمویل بیکر کا بیان ہے کہ اب کی مرتبہ (۱۸۷۰ء میں) سوڈان کو دیکھکر بہت افسوس ہوا، تمام ملک کی حالت زبون و شکستہ ہے اور بالخصوص بابر و پایہ تخت کے مابین کے علاقہ کی حالت تو بہت ہی ابتر ہے۔ حالانکہ آج سے چند سال پہلے نہر کے دونوں طرف کی زمینیں نہایت سرسبز و شاداب تھیں اور ان میں خوب زراعت ہوتی تھی لیکن اب تمام کاشتکاروں نے حکومت کے مظالم سے تنگ آکر کاشت ترک کردی ہے اور زمینیں بیکار پڑی ہوئی ہیں۔"

ملک کے یہ حالات تھے جو روز بروز ناسازگار ہوتے جارہے تھے اور ملکی نظام میں مسلسل رخنے پیدا ہوتے چلے گئے حتیٰ کہ ۱۸۸۱ء میں مہدی سوڈانی نے بغاوت کردی جو نیل ابیض کی جانب سے شروع ہوئی اور بہت جلد کردفان تک پہنچ گئی تھی۔ نومبر ۱۸۸۵ء میں خرطوم ہاتھ سے جاتا رہا اور حاکم سوڈان غردون قتل کردیا گیا۔ مختصر یہ کہ مصری حکومت کا وہ نظام جو دس لاکھ میل مربع میں پھیلا ہوا تھا مہدی کی فوج کے ہاتھوں بہت جلد درہم برہم ہوگیا۔ مہدی سوڈانی کی فتوحات کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو دیکھکر برطانیہ نے سوڈان کو فوجی امداد دی اور دونوں فوجوں نے ملکر حملہ کیا لیکن مہدی کی فوجوں نے برطانوی فوجوں کو شکست دی اور برطانوی فوجیں شمالی جانب پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوگئیں۔ مہدی نے پورا شمالی سوڈان فتح کرلیا اور مسلسل ۱۳ سال تک وہاں حکومت کرتا رہا۔ لیکن اس سیزدہ سالہ دورِ حکومت میں سوڈان کے ملکی تعلقات پھر محدود ہوگئے اور محمد علی پاشا نے سوڈان کا جو رشتہ مہذب ممالک سے قائم کردیا تھا وہ اس دور میں باقی نہیں رہ سکا!

مصری اور برطانوی فوجیں پھر ایکبار متحد ہوئیں اور ۱۸۹۸ء میں کچنر کی زیرِ قیادت شمالی سوڈان پر حملہ کردیا گیا۔ مہدی کو ام درمان کی جنگ میں شکست ہوئی اور سوڈان میں ایک نئی حکومت کی بنیاد پڑی جو مصری اور برطانوی دو حکومتوں کا مخلوطہ ہے اور جس پر دو مختلف حکومتوں کے

علم لہراتے ہیں۔ موجودہ حکومت نے یہ ثابت کیا ہے کہ گذشتہ حکومتوں میں قحط وغیرہ کی وجہ سے سوڈان میں ۶۰ لاکھ سے زائد آدمی ہلاک و برباد ہوئے اور ۸۰ لاکھ کی آبادی کے بجائے اب سوڈان کی آبادی ۲۰ لاکھ سے بھی کم رہ گئی ہے۔ خوشنما اور سر بفلک عمارتیں ویران ہوگئیں، مہذب و متمدن شہروں اور شاداب زمینوں میں انسانوں کے بجائے درندے اور وحشی جانور سکونت رکھتے ہیں اور ہر جگہ ویرانی ہی ویرانی نظر آتی ہے۔

نئی حکومت کی اصلاحات گذشتہ حکومتوں کے عہد کے انحطاط کو دور کرنے اور مستقبل میں ملک کو مہذب بنانے کے لئے موجودہ حکومت نے بہت ہی مناسب اور سودمند تدابیر اختیار کی ہیں۔ سب سے پہلے حکومت نے ان ذی حیثیت اور با اثر سوڈانیوں کو اپنا ہم خیال کیا۔ جن کی اسکیمیں سوڈان کی بغاوتوں میں ہمیشہ کارفرما رہا کرتی تھیں اور ملک ان کی وجہ سے فتنہ و فساد کا آماجگاہ بنا رہتا تھا ان لوگوں کے ہموار کر لینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں بغاوتوں کا اندیشہ ختم ہوگیا۔ نیز سوڈان کی مالی ترقی کے لئے سوڈان سے خرطوم شمالی تک ۱۸۹۹ء کے اواخر میں ایک ریلوے لائن تعمیر کی گئی اور دوسرے مواقع پر بھی ریلوے لائن تعمیر کی جا رہی ہے جن کا مفصل تذکرہ ہم آئندہ چل کر کریں گے لیکن سوڈان کے لئے جو اسکیم سب سے زیادہ مفید ثابت ہوئی وہ یہ تھی کہ کچنر نے مقتول غردون کے نام سے ایک یونیورسٹی کا افتتاح کیا جس میں مذہب و ملت کی تفریق کے بغیر تعلیم کی اجازت عام تھی۔ یونیورسٹی کے قیام کا مقصد نوجوانوں کی ذہنیتوں میں انقلاب پیدا کرنا تھا، تاکہ ملکی لوگ تعلیم حاصل کریں، ان میں احساس بیداری پیدا ہو اور اپنے ملک کی ترقی اور فلاح و بہبود کا فکر کر سکیں۔ یونیورسٹی میں اولاً قضاء شرعی اور تعلیم پر توجہ کی گئی۔ اور یونیورسٹی نے سب سے پہلے قاضی اور معلم پیدا کئے اور دوسرے درجہ میں ڈاکٹری اور انجنیری پر توجہ دی گئی، جن دقیق فروق کی بنا پر یونیورسٹی کی یہ اسکیم تیار ہوئی اور ملک کے لئے جو چیزیں سب سے زیادہ اہم تھیں ان کو مقدم رکھا گیا اس سے کچنر کی غیر معمولی

ذہانت وذکاوت کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ ۱۹۰۲ء میں یونیورسٹی قائم ہوئی اور اس کے چند سال بعد ہی سوڈان میں وہ روح پرور مظاہرے ہونے لگے۔ کہ تمام ملک میں اتحاد و یکجہتی کی ایک فضائے عام پیدا ہوگئی۔ اور ملک کے امراء ورؤسا کی اولاد واحفاد جس طرح یونیورسٹی میں داخل تھی اسی طرح مہدی سوڈانی اور اس کے رفقا کی اولاد بھی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرتی تھی اور ملک کی ترقی کی مساعی جس طرح حکومت کرتی تھی اسی کے پہلو بہ پہلو مہدی کی اولاد واحفاد بھی سوڈان کے ارتقا میں سرگرم عمل تھی

مصری اور برطانوی مشترکہ حکومت نے شمالی سوڈان میں ایک نئی بندرگاہ پورٹ سوڈان کے نام سے قائم کی ہے۔ بندرگاہ سے ایک ریلوے لائن وادی النیل جنکشن تک جاتی ہے اور ایک ریلوے لائن خرطوم شمالی سے جنوبی سنار تک تیار کی۔ جنوبی سنار سے ایک لائن مغرب کو جاتی ہے جو نیل ابیض سے گذرتی ہوئی کردفان کے پایہ تخت تک گئی ہے۔ ایک دوسری لائن بحر احمر سے کسلا اور غضارف ہوتی ہوئی سنار آتی ہے۔ غرضیکہ موجودہ حکومت نے سوڈان کے علاقہ میں ۱۹۹۱ میل لمبی ریلوے لائن اتنے تھوڑے سے وقفہ میں تیار کردی ہے۔ اس کے ماسوا حکومت نے کچھ جہاز بنوائے ہیں اور موٹروں کے لئے چند پختہ سڑکیں تعمیر کرائی ہیں۔ اخراجات کا زیادہ تر حصہ دونوں حکومتوں نے برداشت کیا اور باقی سوڈان کے مالیات سے وصول کیا گیا ہے۔ غرضیکہ سوڈان کے بین الملکی تعلقات جو دشوار گذار راہوں اور ذرائع آمدورفت کے کٹھن ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ محدود تھے۔ حکومت کی مساعی جمیلہ سے اب ان میں بہت زیادہ وسعت پیدا ہوگئی ہے اور ریلوں، موٹروں اور ہوائی جہازوں کی وجہ سے سوڈان متمدن و تجارتی ممالک کا ایک اہم جزبن گیا ہے۔ اس کے مالیات میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ ۱۸۹۹ء میں جب موجودہ حکومت نے سوڈان فتح کیا تو اس کی سالانہ آمدنی ۱۲۶۰۰۰ گنی (مصری) تھی لیکن ۸ سال بعد ۱۹۰۶ء میں اس کی آمدنی ۸۰۴۰۰۰ گنی (مصری) تک پہنچ گئی تھی۔ ۱۹۳۸ء میں

سوڈان کی سالانہ آمدنی ۵۱ لاکھ ۳۱ ہزار گنی (مصری) تک پہنچ گئی تھی مالیات کا یہ گرانقدر اضافہ حکومت کے ضبط و نظم کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

سوڈان میں ایک عرصہ سے روئی کی کاشت ہوتی تھی جس کا تمام تر انحصار محض بارش پر تھا۔ بارش نہ ہونے کی صورت میں کاشت قطعاً نہیں ہو سکتی تھی، حکومت نے اس دشواری کے پیش نظر سنار کے قریب نیل ابیض میں ایک "بند" باندھا ہے جس سے بسہولت زمینیں سیراب ہوتی ہیں اور سب سے بڑا فائدہ اس "بند" سے یہ ہوا ہے کہ پانی کی فراوانی دیکھ کر افتادہ زمینوں میں بھی روئی کی کاشت ہونے لگی۔ چنانچہ اب سوڈان میں بکثرت عمدہ روئی کی کاشت ہوتی ہے اور سوڈان سے دیگر ممالک کو جو چیز سب سے زیادہ درآمد کی جاتی ہے وہ روئی ہے اور سوڈان کو اس سے کافی آمدنی ہوتی ہے۔ چنانچہ ۱۹۳۸ء میں سوڈان کی کل آمدنی ۵۱ لاکھ ۳۱ ہزار گنی میں سے محض روئی کی سالانہ آمدنی ۳۶ لاکھ ۶۲ ہزار گنی تھی۔ روئی کی کاشت کے سلسلہ میں بند کی اسکیم کچنر کی تیار کردہ تھی، جو حکومت، زمینداروں اور کاشتکاروں کے حق میں یکساں مفید ثابت ہوئی۔

سوڈان میں بہت سے انقلابات ہوئے اور تھوڑے تھوڑے وقفہ سے حکومتیں بدلتی رہیں اور ملک کی حالت بہت ابتر ہوگئی۔ بالآخر مصری اور برطانوی مشترکہ حکومت سوڈان میں قائم ہوئی اور ملک کو ترقی نصیب ہوئی۔ لیکن اس دور میں بھی سوڈان کی ترقی کی رفتار میں سرعت نہیں تھی بلکہ اس کی تدریجاً ترقی ہوئی ہے اور ملک آہستہ آہستہ ارتقا کے منازل طے کر رہا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ملک کی حالت بہت کمزور تھی اور ہر حیثیت سے اس میں زوال و انحطاط پیدا ہو چکا تھا۔ ان حالات میں ضروری تھا کہ ملک کی جسمانی قوتوں کی نشو و نما صحیح طور پر کی جائے اور قحط وغیرہ نے ملک پر جو برا اثر قائم کیا ہے اس کو فنا کر دیا جائے۔ اور اسی طرح مختلف حکومتوں کے عروج و زوال اور فتح و شکست

سوسائٹی کے تہذیب و دماغ میں جو انتشار پیدا ہو گیا ہے اس کی اصلاح کی جائے۔ بنا بریں ایک یونیورسٹی قائم کی گئی جس میں تعلیم اور ڈاکٹری پر زیادہ زور دیا گیا اور جگہ جگہ اسکول اور ہسپتال قائم کئے گئے۔ اس سلسلہ میں مصر کی خدمات بھی لائق فراموشی نہیں ہیں۔ سوڈان کے ارتقا میں مصری حکومت نے برطانیہ کے دوش بدوش کام کیا ہے اور مصریوں کا سب سے شاندار کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے سوڈان کے نوجوانوں میں اپنی تحریر اور تقریر کے ذریعہ زبردست ذہنی انقلاب برپا کر دیا ہے۔

غرضیکہ مصری اور برطانوی مشترکہ حکومت نے سوڈان میں ایک ایسی مناسب فضا پیدا کر دی ہے اور اس کے مقتضیات کا اتنا صحیح اندازہ لگایا ہے جس سے امید کی جا سکتی ہے کہ مستقبل قریب میں سوڈان خاطر خواہ ترقی کے منازل طے کر سکیگا۔ !!! (م - ق)

کارل مارکس کی شہرۂ آفاق کتاب کیپٹل کا ملخص ترجمہ

"سرمایہ"

سیاسی دنیا میں "کارل مارکس" کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں "سرمایہ" اس کی سب سے مہتم بالشان تصنیف "کیپٹل (Capital.) کا ملخص شستہ رفتہ ترجمہ ہے، اصل کتاب کی اہمیت اور اس کی غیر معمولی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ دنیا میں آج تک کسی کتاب پر اتنے تبصرے نہیں ہوئے جتنے اس کتاب پر ہوئے ہیں۔ "کارل مارکس" نے اس کتاب میں اپنے انقلابی نظریوں کو علمی صورت میں پیش کیا ہے۔ سرمایہ کی حقیقت، سرمایہ داری کے اصول، محنت اور مزدوری کے پرپیچ مسائل پر یہ کتاب عجیب و غریب معلومات مہیا کرتی ہے۔ "مکتبۂ برہان" نے یہ کتاب ابھی ابھی شائع کی ہے۔ قیمت مع خوبصورت گرد پوش عہ

مکتبہ برہان قرول باغ دہلی